تعلیمِ محمدی ﷺ میں تعددِ ازواج سے متعلق اعتراضات کا تحقیقی جائزہ

A Critical Study of the Objections Concerning Polygamy in *Ta'līm-i-Muḥammadī* (PBUH)

Zubair Hanif, ** Dr. Qazi Furqan Ahmad

** PhD Research Scholar, Department of Islamic Studies, University of Gujrat, Pakistan*

*** Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Gujrat, Gujrat.*

KEYWORDS

ʿImād al-Dīn Lāhiz,
Islamic Family Law,
Justice in Marriage,
Polygamy
Taʿlīm-i Muḥammadī,
Women's Rights in Islam,
Christian–Muslim Polemics,
Islamic Jurisprudence

ABSTRACT

This research article critically examines the objections raised by Imad al-Din Lahiz in Taʻlīm-i-Muḥammadī regarding the Islamic institution of polygamy (taʿaddud al-azwāj). The critic argues that polygamy constitutes injustice toward women, reflects male self-interest, and therefore cannot be a divinely sanctioned practice. Furthermore, he contends that the Prophet Muhammad ﷺ himself was unable to maintain justice among his wives, which allegedly demonstrates the impracticality of the Qur'ānic requirement of fairness. Through an analytical study of Qur'ānic injunctions, Prophetic traditions, classical exegesis, and juristic interpretations, this research demonstrates that Islamic polygamy is neither an unrestricted command nor a manifestation of oppression. Rather, it is a conditional permission strictly tied to the principle of justice and social welfare. The study further clarifies the distinction between legal justice and emotional inclination, showing that Islamic law obligates equality in rights, maintenance, and time allocation while recognizing the natural limits of human emotions. The findings conclude that the objections arise from a misunderstanding of the legal and ethical framework governing polygamy in Islam. Consequently, the Islamic concept of polygamy emerges as a regulated, balanced, and socially responsive institution designed to safeguard family stability and societal welfare.

تعارف

برصغیر میں انیسویں صدی کا دور مذہبی مناظرات، استعماری تغیرات اور فکری کشمکش کا دور تھا۔ اسی عہد میں چند ایسی شخصیات سامنے آئیں جنہوں نے مذہبی شناخت کی تبدیلی کے باعث علمی و تاریخی حلقوں میں غیر معمولی توجہ حاصل کی۔ ان میں پادری عماد الدین لاہوری ایک اہم نام ہے۔ برصغیر میں ان کی حیثیت محض ایک عیسائی مبلغ کی نہیں بلکہ ایک ایسے شخص کی ہے جو اسلامی علمی روایت میں تربیت پانے کے بعد مسیحی مناظرانہ ادب کا فعال حصہ بنے۔ ان کی افکار کا مطالعہ برصغیر میں مسلم۔ مسیحی فکری تعامل کی تفہیم کے لیے بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔

*Corresponding Author: *Zubair Hanif*
Email Address: qazi.furqan@uog.edu..pk

"تعلیم محمدی" پادری عماد الدین لاہوری کی اُن اہم مناظرانہ تصانیف میں شمار ہوتی ہے جو برصغیر کے اردو مسیحی مناظرانہ ادب کی تشکیل میں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ کتاب محض ایک مذہبی تحریر نہیں بلکہ ایک باقاعدہ تقابلی مذہبی (Comparative Religion) متن ہے جس میں اسلام کو مسیحی عقائد کے تناظر میں سمجھنے اور تنقید کا ہدف بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔

یہ کتاب اس فکری سلسلے کا حصہ ہے جس میں انیسویں صدی کے پنجاب میں عیسائی مشنری مصنفین نے مقامی زبان (اردو) میں اسلامی عقائد کے ساتھ مکالمہ اور مناظرہ کیا۔ ذیل میں اسی کتاب میں تعدد ازدواج سے متعلق اسلامی تعلیمات پر اٹھائے گئے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

پہلا اعتراض

معترض عماد الدین لاہز اسلامی نظامِ تعددِ ازواج (polygamy) پر یہ اعتراض کرتا ہے کہ ایک سے زائد نکاح عورتوں پر ظلم اور مرد کی خود غرضی ہے، اور چونکہ (اس کے بقول) خدا منصف اور رحیم ہے، اس لیے یہ تعلیم خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتی۔

اگر یہ اعتراض درست مان لیا جائے تو لازم آئے گا کہ: اسلامی خاندانی نظام غیر اخلاقی قرار پائے، قرآن کا خاندانی قانون غیر عادل سمجھا جائے، تاریخی و سماجی اصلاحی حکمت نظر انداز ہو جائے اور مختلف معاشرتی حالات کے لیے شریعت کی لچک ختم ہو جائے۔

یہ اعتراض دراصل "شرائطِ تعددِ ازواج" اور اس کے عدالتی ضوابط کو نظر انداز کرنے کا نتیجہ ہے۔

1 اعتراض کا اصل متن

پادری عماد الدین لکھتا ہے:

"اس نکاح میں بھی ہمیں بہت سی بے انصافی اور خود غرضی نظر آتی ہے اور خاص کر کے عورتوں پر ظلم ہے اور ضرور خدا کی طرف سے یہ تعلیم نہیں ہے کیونکہ وہ منصف ہے اور رحیم ہے"(لاہز، 1880، ص 181)

2 اعتراض کا علمی خلاصہ

معترض کے مفروضات:

تعددِ ازواج لازماً ظلم ہے اور یہ مرد کی خود غرضی پر مبنی ہے اور منصف خدا ایسی اجازت نہیں دے سکتا۔

بنیادی مغالطہ:

یہاں مشروط اجازت کو مطلق ظلم سمجھا گیا ہے، عدل کی شرط کو نظر انداز کیا گیا ہے اور سماجی ضرورت اور فردی خواہش میں فرق نہیں کیا گیا ہے۔

3 جواب اعتراض

اسلام میں تعددِ ازواج کوئی مطلق حکم نہیں بلکہ مشروط اجازت ہے، جو صرف اس صورت میں دی گئی ہے جب مرد عدل قائم کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔

لہٰذا تعدد ازواج کو غیر محدود اختیار یا شخصی خواہش کا بے قید ذریعہ قرار دینا درست نہیں۔ قرآن مجید نے اس اجازت کو زیادہ سے زیادہ چار نکاح تک محدود کیا اور عدل نہ کر سکنے کے خوف کی صورت میں ایک نکاح پر اکتفا کرنے کی ہدایت دی۔ مختلف سماجی اور خاندانی حالات میں اس اجازت سے متعدد مصالح وابستہ ہو سکتے ہیں، لیکن ہر حال میں عورتوں کے واجب حقوق کی ادائیگی اور ظلم سے اجتناب لازم ہے۔

4 قرآن مجید سے استدلال

﴿ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ﴾(النساء4:3)

"تم نکاح کرو دو دو، تین تین اور چار چار عورتوں سے۔" یہ آیت تعددِ ازواج کی مشروط اجازت دیتی ہے۔

﴿ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً ﴾(النساء4:3)

"اگر تمہیں خوف ہو کہ تم عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی نکاح کرو۔" یہ آیت عدل کو بنیادی شرط قرار دیتی ہے۔

﴿ وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَن تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ ﴾(النساء4:129)

"تم عورتوں کے درمیان مکمل عدل نہیں کر سکتے۔" یہ آیت جذباتی برابری کی ناممکن حد کو واضح کرتی ہے، لیکن قانونی عدل کی شرط برقرار رکھتی ہے۔

5 سنت نبوی ﷺ سے استدلال

«من كانت له امرأتان فمال إلى إحداهما جاء يوم القيامة وشقه مائل»(السجستانی،1994م)

"جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ایک کی طرف زیادہ مائل ہو تو قیامت کے دن اس کا ایک پہلو جھکا ہوا آئے گا۔" یہ حدیث تعدد ازواج کی صورت میں عدل نہ کرنے پر سخت وعید سناتی ہے۔

«اللهم هذا قسمي فيما أملك فلا تلمني فيما تملك ولا أملك»(الترمذی،2019ء)

"اے اللہ! یہ میرا عدل ہے جو میں کر سکتا ہوں، اور جو تیرے اختیار میں ہے اس پر مجھے ملامت نہ کرنا۔" یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ تعدد ازواج کی صورت میں انسان کے بس میں جہاں تک ممکن ہو عدل اس پر لازم ہے۔

«اعدلوا بين نسائكم في النفقة والمبيت»(النسائی،2018ء)

"اپنی بیویوں کے درمیان نفقہ اور رات گزارنے میں عدل کرو۔" یہ حدیث تعدد ازواج کی صورت میں عدل کا دائرہ کار واضح کرتی ہے۔

6 اقوال مفسرین سے استدلال

امام طبری

«فلا تميلوا بأهوائكم إلى من لم تملكوا محبته منهن كل الميل، حتى يحملكم ذلك على أن تجوروا على صواحبها في ترك أداء الواجب لهن عليكم من حق: في القسم لهن، والنفقة عليهن، والعشرة بالمعروف»(الطبری، 2001م، ج9، ص284-285)

امام طبری نے قلبی میلان اور عملی ظلم کے درمیان فرق واضح کیا ہے۔ محبت میں مکمل مساوات انسان کے اختیار میں نہیں، لیکن اس میلان کی وجہ سے دوسری عورت کے واجب حقوق پامال کرنا جائز نہیں۔

امام قرطبی

«أخبر تعالى بنفي الاستطاعة في العدل بين النساء، وذلك في ميل الطبع بالمحبة والجماع والحظ من القلب ... ثم نهى فقال: فلا تميلوا كل الميل. قال مجاهد: لا تتعمدوا الإساءة بل الزموا التسوية في القسم والنفقة؛ لأن هذا مما يستطاع»(القرطبی، 1964م، ج5، ص407)

امام قرطبی نے واضح کیا ہے کہ قلبی کیفیت اور واجب حقوق ایک چیز نہیں۔ قلبی میلان میں کامل مساوات ممکن نہیں، لیکن باری اور نفقہ جیسے قابل عمل حقوق میں انصاف لازم ہے۔

ابن کثیر

«لن تستطيعوا أيها الناس أن تساووا بين النساء من جميع الوجوه، فإنه وإن حصل القسم الصوري: ليلة وليلة، فلا بد من التفاوت في المحبة والشهوة والجماع»(ابن کثیر، 1999م، ج2، ص430)

ابن کثیر نے سورہ النساء کی آیات 3 اور 129 کے درمیان کوئی تعارض نہیں سمجھا۔ قانونی اور عملی حقوق میں عدل لازم ہے، لیکن ہر داخلی احساس میں مکمل یکسانیت ممکن نہیں۔

7 اقوال فقہا سے استدلال

امام شافعی

«ودلت سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم وما عليه عوام علماء المسلمين على أن على الرجل أن يقسم لنسائه بعدد الأيام والليالي، وأن عليه أن يعدل في ذلك لا أنه مرخص له أن يجوز فيه»(الشافعی، 1403ھ، ج5، ص158)

امام شافعی نے ایک سے زائد نکاح کو غیر منضبط اختیار قرار نہیں دیا بلکہ شب باشی اور باری کے واضح ضوابط کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے حقوق محض اخلاقی نصیحت نہیں بلکہ قابل عمل شرعی ذمہ داری ہیں۔

ابن تیمیہ

«فعليه أن يعدل في القسم، فإذا بات عندها ليلة أو ليلتين أو ثلاثا بات عند الأخرى بقدر ذلك ولا يفضل إحداهما في القسم»(ابن تیمیہ،1416ھ،ج32،ص269)

ابن تیمیہ نے عدل کے قابل عمل دائرے کو واضح کیا ہے۔ تعدد ازواج کی اجازت عورتوں کے درمیان من مانی تفریق کی اجازت نہیں بلکہ منصفانہ تقسیم اور حقوق کی ادائیگی کی ذمہ داری ہے۔

امام نووی

«فإن أراد القسم لم يجز له أن يبتدئ بواحدة منهن إلا بقرعة، ويجوز أن يقسم ليلة ليلة، وليلتين ليلتين، وثلاثا ثلاثا، ولا يجوز أقل من ليلة، ولا يجوز الزيادة على الثلاثة إلا برضاهن»(النووی،1996م،ج10،ص46)

امام نووی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ متعدد ازواج کے حقوق کے تحفظ کے لیے فقہانے عملی اور تفصیلی ضوابط بیان کیے ہیں۔ اس نظام میں محض مرد کی خواہش کو بنیاد نہیں بنایا گیا بلکہ عورتوں کی رضامندی، مساوی باری اور منصفانہ طریقہ کار کو اہمیت دی گئی ہے۔

8 خلاصۂ تحقیق

یہ اعتراض تعدد ازواج کے اسلامی تصور کو مطلق ظلم سمجھنے کا نتیجہ ہے، حالانکہ قرآن نے اسے عدل کی شرط کے ساتھ ایک محدود اجازت کے طور پر بیان کیا ہے۔

اسلامی نظام میں یہ اجازت سماجی ضرورت، یتیموں کے حقوق، اور خاندانی توازن کے پیش نظر دی گئی ہے، نہ کہ خواہش یا خودغرضی کے لیے۔

قرآن و سنت نے واضح طور پر عدل کو بنیادی شرط قرار دیا ہے، اور فقہاء نے اس کو ایک مشروط رخصت کے طور پر بیان کیا ہے۔

درست موقف کی منطقی توضیح یہ ہے کہ: تعددِ ازواج مشروط اجازت ہے، مطلق حکم نہیں۔ عدل اس کی بنیادی شرط ہے۔ یہ سماجی ضرورت کے تحت مشروع ہے۔ اس کا مقصد ظلم نہیں بلکہ انصاف ہے اور اسلام نے عورت کے حقوق کو واضح تحفظ دیا ہے۔

لہٰذا یہ کہنا کہ یہ تعلیم "ظلم اور خودغرضی" ہے، شریعت کے اصول، قرآنی نصوص اور فقہی اجماع کے خلاف ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک متوازن، مشروط اور عدل پر مبنی خاندانی نظام ہے۔

دوسرا اعتراض

9 اعتراض کا تعارف

معترض عماد الدین لاہز تعددِ ازواج اور "عدل" کے مسئلے پر یہ اعتراض کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے (معاذ اللہ) عملی طور پر بیویوں کے درمیان کامل عدل قائم نہیں کیا۔ اس کے مطابق باریاں برابر نہ ہونا، بعض ازواج کے ساتھ زیادہ دن گزارنا، اور نئے نکاح کے بعد زائد دن دینا یہ سب "عدالت کے خلاف" ہے، اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کثرت ازدواج میں عدل ممکن نہیں۔

اگر یہ اعتراض درست مان لیا جائے تو لازم آئے گا کہ: اسلامی خاندانی نظام عملی طور پر غیر منصف مانا جائے، نبی کریم ﷺ کے گھریلو نظام پر اخلاقی اعتراض درست تسلیم ہو، عدل کے قرآنی اصول کو عملی طور پر ناممکن قرار دیا جائے اور شریعت کے خاندانی احکام تضاد کا شکار ہوں۔

یہ اعتراض دراصل "عدل شرعی" اور "محبت / جذباتی میلان" کے فرق کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔

10 اعتراض کا اصل متن

پادری عماد الدین لکھتا ہے:

"حضرت نے خود آسان عدالت پر بھی عمل نہیں کیا اور صاف دکھلایا کہ یہ بھی کثرت ازدواج میں محال ہے۔ آخر عمر میں حضرت محمد کے پاس نو عورتیں تھیں لیکن باریاں آٹھ۔ صرف عائشہ کے لیے دو راتیں تھیں۔۔۔ عورت باری سے محروم تھی۔ پھر یہ دستور بھی تھا کہ جب حضرت محمد کسی کنواری عورت کو لیتے تھے تو اول میں سات رات برابر اس کے پاس رہتے تھے اور جو غیر کنواری سے نکاح کرتے تھے تو اس کے لیے تین راتیں مقرر تھیں یہ بھی عدالت مفسرہ کے خلاف تھا" (لاہز، 1880، ص 191)

11 اعتراض کا علمی خلاصہ

معترض کے مفروضات:

عدل کا مطلب ہر لحاظ سے بالکل یکساں جذباتی برابری ہے۔ نبی کریم ﷺ نے (معاذ اللہ) عدل قائم نہیں کیا اور نئے نکاح کے بعد اضافی دن دینا ظلم ہے۔

بنیادی مغالطہ:

یہاں "عدل" اور "محبت / میلان قلب" کو ایک سمجھ لیا گیا ہے، فقہی "قَسم" (turn system) کے اصول کو نہیں سمجھا گیا ہے اور شرعی رخصت اور ظلم میں فرق نہیں کیا گیا ہے۔

12 جواب اعتراض

زیر نظر اعتراض میں معترض نے تین الگ مسائل کو ایک دوسرے کے ساتھ خلط کر دیا ہے:

۱۔ حضرت سودہ بنت زمعہ نے اپنی باری اپنی رضامندی سے حضرت عائشہ کو دے دی تھی؛ انہیں باری سے محروم نہیں کیا گیا تھا۔ صحیح بخاری میں یہ واقعہ صراحت کے ساتھ موجود ہے۔

۲۔ نئی زوجہ کے لیے ابتدائی سات یا تین راتیں کسی عورت پر ظلم یا غیر منصفانہ ترجیح نہیں، بلکہ سنت سے ثابت حق زفاف ہے۔ صحیح مسلم کی روایت میں یہ بھی واضح ہے کہ اگر پہلے سے شادی شدہ نئی زوجہ سات راتیں اختیار کرے تو باقی ازواج کے لیے بھی اتنی ہی راتوں کا حساب رکھا جائے گا۔

۳۔ صحیح مسلم کی روایت بتاتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی نو ازواج تھیں اور معمول کی تقسیم میں پہلی زوجہ کی باری نویں دن دوبارہ آتی تھی۔ اس لیے یہ دعوی درست نہیں کہ آپ ﷺ نے قابل عمل حقوق میں عدل قائم نہیں فرمایا۔

حالانکہ اسلامی شریعت میں "عدل" سے مراد مالی، وقتی اور ظاہری حقوق میں مساوات ہے، نہ کہ دل کے مکمل جذباتی برابر ہونا، کیونکہ دل پر انسان کا مکمل اختیار نہیں۔

قرآن خود واضح کرتا ہے کہ جذباتی میلان مکمل برابر نہیں ہو سکتا، لیکن عملی عدل لازم ہے۔

نبی کریم ﷺ کے ازواج مطہرات کے درمیان باریوں کی تقسیم ایک منظم شرعی نظام کے تحت تھی، اور بعض مخصوص حالات (جیسے نئے نکاح کے بعد ابتدائی دن) فقہی رخصت کے تحت ہوتے ہیں، جو عدل کے خلاف نہیں بلکہ عدل کے اندر شرعی گنجائش ہے۔

13 قرآن مجید سے استدلال

﴿ وَلَن تَسْتَطِيعُوا أَن تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ ﴾(النساء4:129)

"تم ہرگز عورتوں کے درمیان کامل عدل نہیں کر سکتے خواہ کتنا بھی چاہو۔" یہ آیت جذباتی مساوات کی ناممکن حد کو بیان کرتی ہے۔

﴿ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ﴾(النساء4:129)

"ایسا نہ ہو کہ ایک طرف مکمل جھک جاؤ اور دوسری کو معلق چھوڑ دو۔" یہ آیت عملی عدل کی شرط کو واضح کرتی ہے۔

﴿ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً ﴾(النساء4:3)

"اگر تمہیں ڈر ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی نکاح کرو۔" یہ آیت عدل کو بنیادی شرط قرار دیتی ہے۔

14 سنت نبوی ﷺ سے استدلال

«اللهم هذا قسمي فيما أملك فلا تلمني فيما تملك ولا أملك»(السجستانی،1994م)

"اے اللہ! یہ وہ عدل ہے جو میرے اختیار میں ہے، اور جو تیرے اختیار میں ہے اس پر مجھے ملامت نہ کرنا۔" یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ انسان اپنے اختیار کا تمام عدل اختیار کرے۔

«كان رسول الله ﷺ يقسم بين نسائه فيعدل»(الترمذی،2019ء)

"رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں کے درمیان باریوں میں عدل فرماتے تھے۔" اس سے واضح ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ازواج مطہرات میں عدل فرمایا کرتے تھے۔

«من كانت له امرأتان فمال إلى إحداهما جاء يوم القيامة وشقه مائل»(السجستانی،1994م)

"جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ایک کی طرف جھک جائے تو قیامت کے دن وہ ٹیڑھے جسم کے ساتھ آئے گا۔" عدل نہ کرنے والے خاوند کے لیے وعید سنائی گئی ہے۔

15 اقوال مفسرین سے استدلال

امام طبری

«حتى يحملكم ذلك على أن تجوروا على صواحبها في ترك أداء الواجب لهن عليكم من حق في القسم والنفقة والعشرة بالمعروف»(الطبری، 2001م، ج9، ص284-285)

امام طبری نے واضح کیا ہے کہ غیر اختیاری قلبی میلان ممنوع نہیں، لیکن اس میلان کو عملی ظلم، باری کی پامالی اور نفقہ میں کوتاہی کا سبب بنانا جائز نہیں۔ معترض نے اسی بنیادی فرق کو نظر انداز کیا ہے۔

امام قرطبی

«لا تتعمدوا الإساءة بل الزموا التسوية في القسم والنفقة؛ لأن هذا مما يستطاع»(القرطبی،1964م، ج5، ص407)

امام قرطبی نے عدل کے قابل عمل دائرے کو متعین کیا ہے۔ شریعت اس امر کا مکلف بناتی ہے جو انسان کی استطاعت میں ہو، مثلاً باری اور واجب نفقہ؛ قلبی کیفیت میں مکمل مساوات لازم نہیں کی گئی ہے۔

ابن کثیر

«فإنه وإن حصل القسم الصوري: ليلة وليلة، فلا بد من التفاوت في المحبة والشهوة والجماع»(ابن کثیر،1999م، ج2، ص430)

ابن کثیر نے عملی تقسیم اور داخلی کیفیت کے درمیان فرق بیان کیا ہے۔ شریعت ظاہری حقوق میں عدل کا حکم دیتی ہے، لیکن غیر اختیاری جذبات میں مکمل یکسانیت لازم قرار نہیں دیتی۔

16 اقوال فقہا سے استدلال

امام شافعی

«التاسعة التي لم يكن يقسم لها سودة، وهبت يومها لعائشة»(الشافعی،1403ھ،ج5،ص118)

امام شافعی نے معترض کے بنیادی شبہے کا براہ راست جواب فراہم کر دیا ہے۔ حضرت سودہ کو باری سے محروم نہیں کیا گیا تھا، بلکہ انہوں نے اپنی رضامندی سے اپنا حق حضرت عائشہ کو دے دیا تھا۔

ابن تیمیہ

«فعليه أن يعدل في القسم ... ولا يفضل إحداهما في القسم، لكن إن كان يحبها أكثر ويطؤها أكثر فهذا لا حرج عليه فيه»(ابن تیمیہ، 1416ھ،ج32،ص269)

ابن تیمیہ نے واجب عدل اور غیر اختیاری میلان کے درمیان فرق واضح کیا ہے۔ باری میں ناانصافی ممنوع ہے، لیکن دل کی محبت میں مکمل مساوات انسان کے اختیار میں نہیں۔

امام نووی

«وفيه أن حق الزفاف ثابت للمزفوفة وتقدم به على غيرها، فإن كانت بكرا كان لها ليال بأيامها بلا قضاء»(النووی،1996م،ج10، ص35-36)

امام نووی نے واضح کیا ہے کہ نئی زوجہ کے لیے ابتدائی راتیں غیر منصفانہ ترجیح نہیں بلکہ مستقل شرعی حق ہیں۔ یہ حکم نکاح کے ابتدائی مرحلے میں مانوسیت اور خاندانی استقرار کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔

یہ اعتراض "عدل" کے شرعی مفہوم اور انسانی جذبات کے فرق کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ اسلامی شریعت میں عدل سے مراد ظاہری حقوق—یعنی وقت، نفقہ اور معاشرتی برابری ہے، نہ کہ دل کے جذبات کی مکمل یکسانیت، جو انسانی اختیار سے باہر ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کے درمیان عدل ظاہری کو مکمل طور پر قائم فرمایا، اور فقہی اصول کے مطابق بعض شرعی رخصتیں (جیسے نئے نکاح کے بعد ابتدائی دن) عدل کے دائرے ہی میں شمار ہوتی ہیں۔

قرآن و سنت نے واضح کیا ہے کہ مکمل جذباتی مساوات ممکن نہیں، لیکن عملی عدل واجب ہے، اور اسی پر شریعت کا نظام قائم ہے۔

درست موقف کی منطقی توضیح یہ ہے کہ: عدل سے مراد عملی حقوق میں مساوات ہے۔ جذباتی میلان انسانی اختیار سے باہر ہے۔ نبی ﷺ نے عدلِ کامل قائم فرمایا۔ شرعی رخصتیں عدل کے خلاف نہیں ہوتیں اور اسلامی نظام خاندانی توازن پر مبنی ہے۔

لہٰذا یہ کہنا کہ کثرت ازدواج میں عدل "محال" ہے، فقہی تعریف، قرآنی اصول اور سیرتِ نبوی ﷺ کے عملی نمونے کے خلاف ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے عدل کو ممکن، قابلِ عمل اور متوازن حدوں میں واضح طور پر متعین کیا ہے۔

17 خلاصۂ تحقیق

زیرِ نظر مقالہ تعلیم محمدی از عماد الدین لاہز میں تعددِ ازدواج سے متعلق پیش کیے گئے اعتراضات کا تحقیقی، فقہی اور تنقیدی جائزہ پیش کرتا ہے۔ مصنف نے ان اعتراضات کا تجزیہ قرآنِ مجید، سنتِ نبوی ﷺ، اقوالِ مفسرین اور فقہائے امت کی آراء کی روشنی میں کیا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ معترض نے اسلامی نظامِ تعددِ ازدواج کے حقیقی مقاصد، شرائط اور قانونی حدود کو نظر انداز کر کے اعتراضات قائم کیے ہیں۔

تحقیق کے پہلے حصے میں اس اعتراض کا جائزہ لیا گیا ہے کہ تعددِ ازدواج عورتوں پر ظلم، مرد کی خود غرضی اور عدلِ الٰہی کے منافی ہے۔ معترض کے مطابق ایک منصف اور رحیم خدا ایسی تعلیم نہیں دے سکتا جو عورتوں کے حقوق کے خلاف ہو۔ مقالہ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے واضح کرتا ہے کہ اسلام میں تعددِ ازدواج کوئی مطلق حکم نہیں بلکہ ایک مشروط اجازت (conditional permission) ہے۔ قرآنِ مجید نے ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت کو عدل کے ساتھ مشروط کیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی حکم دیا ہے کہ اگر عدل قائم نہ رکھنے کا اندیشہ ہو تو صرف ایک ہی بیوی پر اکتفا کیا جائے۔ اس طرح اسلام نے تعددِ ازدواج کو بے قید مردانہ اختیار کے طور پر نہیں بلکہ ایک ذمہ داری اور قانونی تقاضے کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔

تحقیق میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ تعددِ ازدواج کی اجازت مخصوص سماجی اور معاشرتی ضرورتوں کے پیشِ نظر دی گئی۔ جنگوں، بیوگی، یتیمی، آبادی کے تناسب میں عدم توازن اور عورتوں کے معاشی و سماجی تحفظ جیسے مسائل کے حل کے لیے اسلام نے ایک ایسا منظم اور قانونی راستہ فراہم کیا جس کے ذریعے عورت کو عزت، نکاح کا تحفظ اور خاندانی استحکام حاصل ہو سکے۔ اس اعتبار سے تعددِ ازدواج کا مقصد خواہشِ نفس کی تکمیل نہیں بلکہ معاشرتی مصالح کا حصول اور انسانی ضرورتوں کا حل ہے۔

قرآنِ مجید کی آیات سے استدلال کرتے ہوئے تحقیق یہ ثابت کرتی ہے کہ تعددِ ازدواج کی اصل بنیاد عدل ہے۔ سورۂ نساء میں دو، تین اور چار نکاح کی اجازت دینے کے ساتھ ہی عدل کی شرط لگائی گئی اور عدل نہ کر سکنے کی صورت میں ایک ہی بیوی کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے عورت کے حقوق کے تحفظ کو بنیادی حیثیت دی ہے۔ احادیثِ نبویہ ﷺ میں بھی متعدد مقامات پر ازواج کے درمیان عدل قائم رکھنے کی سخت تاکید کی گئی ہے اور عدل سے انحراف کرنے والوں کے لیے وعید بیان کی گئی ہے۔ اسی طرح مفسرین اور فقہائے امت نے بھی متفقہ طور پر تعددِ ازدواج کو عدل، استطاعت اور ضرورت کے ساتھ مشروط قرار دیا ہے۔

مقالے کے دوسرے حصے میں عماد الدین لاہر کے اس اعتراض کا جائزہ لیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ خود اپنی ازواجِ مطہرات کے درمیان مکمل عدل قائم نہ کر سکے، لہٰذا تعددِ ازواج میں عدل عملاً ممکن نہیں۔ معترض نے بعض تاریخی روایات کی بنیاد پر یہ دعویٰ کیا کہ بعض ازواج کو دوسروں کے مقابلے میں زیادہ وقت دیا جاتا تھا، جس سے عدل کا اصول مجروح ہوتا ہے۔

تحقیق اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے بنیادی اصول واضح کرتی ہے کہ اسلامی شریعت میں عدل کے دو مختلف دائرے ہیں۔ ایک عدلِ اختیاری (voluntary/legal justice) ہے جس کا تعلق نفقہ، رہائش، وقت اور ظاہری حقوق سے ہے، اور دوسرا قلبی محبت اور جذباتی میلان ہے جو انسان کے مکمل اختیار میں نہیں۔ قرآنِ مجید خود یہ حقیقت بیان کرتا ہے کہ مرد عورتوں کے درمیان محبت اور قلبی رجحان کے اعتبار سے مکمل مساوات قائم نہیں کر سکتے، لیکن ساتھ ہی یہ حکم دیتا ہے کہ ظاہری حقوق اور عملی معاملات میں کسی قسم کی ناانصافی نہ ہونے پائے۔

تحقیق میں احادیثِ نبویہ ﷺ کی روشنی میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی ازواجِ مطہرات کے درمیان وقت اور دیگر حقوق کی تقسیم میں انتہائی عدل فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی دعا: "اَللّٰھُمَّ ھٰذَا قَسْمِي فِيمَا أَمْلِكُ" اس بات کی دلیل ہے کہ آپ اپنے اختیار میں موجود تمام معاملات میں مکمل عدل قائم فرماتے تھے، جبکہ قلبی محبت کو اللہ تعالیٰ کے اختیار کا معاملہ قرار دیتے تھے۔ اسی طرح نئے نکاح کے بعد بعض مخصوص مدت تک اضافی قیام کی جو اجازت دی گئی، وہ فقہی اصولوں کے مطابق ایک شرعی رخصت تھی، جسے ظلم یا ناانصافی قرار دینا درست نہیں۔

مفسرینِ کرام نے بھی وضاحت کی ہے کہ قرآن میں مذکور عدل سے مراد نفقہ، رہائش، شب باشی اور دیگر ظاہری حقوق میں برابری ہے، نہ کہ قلبی محبت میں مکمل مساوات۔ فقہائے امت نے اسی اصول کی بنیاد پر یہ موقف اختیار کیا کہ تعددِ ازواج بذاتِ خود عدل کے منافی نہیں، بلکہ جب ظاہری حقوق کی ادائیگی پوری طرح کی جائے تو یہ ایک جائز اور منظم خاندانی نظام کی صورت اختیار کرتا ہے۔

مجموعی طور پر تحقیق اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ عماد الدین لاہر کے اعتراضات تعددِ ازواج کے شرعی فلسفے، اس کی قانونی حدود اور عدل کے اسلامی تصور کو صحیح طور پر نہ سمجھنے کا نتیجہ ہیں۔ اسلام نے تعددِ ازواج کو نہ تو مطلق حکم بنایا ہے اور نہ ہی مرد کی خواہشات کا ذریعہ قرار دیا ہے، بلکہ اسے عدل، ذمہ داری، استطاعت اور سماجی ضرورت کے ساتھ مشروط کیا ہے۔ قرآنِ مجید، سنتِ نبوی ﷺ، اقوالِ مفسرین اور فقہائے امت سب اس امر پر متفق ہیں کہ تعددِ ازواج کا مقصد ظلم نہیں بلکہ سماجی انصاف، خاندانی استحکام، عورتوں کے تحفظ اور معاشرتی توازن کا قیام ہے۔

لہٰذا تحقیق کا حتمی نتیجہ یہ ہے کہ تعددِ ازواج کے بارے میں یہ دعویٰ کہ یہ عورتوں پر ظلم، مرد کی خود غرضی یا عدلِ الٰہی کے خلاف ہے، علمی اور فقہی اعتبار سے درست نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی نظامِ تعددِ ازواج ایک متوازن، ضابطہ بند، عدل پر مبنی اور انسانی معاشرتی ضروریات سے ہم آہنگ خاندانی نظام ہے جس میں عورت کے حقوق کے تحفظ اور خاندان کے استحکام کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

مصادر ومراجع

القرآن الكريم

Al-Qurʾān al-Karīm.

لاہز، عماد الدین. (۱۸۸۰). تعلیم محمدی. امرتسر: وکیل ہندوستان پریس.

Lāhiz, ʿImād al-Dīn. (1880). Taʿlīm-i Muḥammadī. Amritsar: Wakīl-i Hindūstān Press.

البخاري، محمد بن إسماعيل. (١٤٢٢هـ). الجامع الصحيح. دمشق: دار طوق النجاة.

Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl. (1422 AH). Al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ. Damascus: Dār Ṭawq al-Najāh.

الترمذي، محمد بن عيسى. (٢٠١٩). السنن. بيروت: دار الكتب العلمية.

Al-Tirmidhī, Muḥammad ibn ʿĪsā. (2019). Al-Sunan. Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah.

السجستاني (أبو داود)، سليمان بن الأشعث. (١٩٩٤). السنن. بيروت: دار الفكر.

Al-Sijistānī (Abū Dāwūd), Sulaymān ibn al-Ashʿath. (1994). Al-Sunan. Beirut: Dār al-Fikr.

الترمذي، محمد بن عيسى. (٢٠١٩). السنن. بيروت: دار الكتب العلمية.

Al-Tirmidhī, Muḥammad ibn ʿĪsā. (2019). Al-Sunan. Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah.

النسائي، أحمد بن شعيب. (٢٠١٨). السنن. بيروت: دار الكتب العلمية.

Al-Nasāʾī, Aḥmad ibn Shuʿayb. (2018). Al-Sunan. Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah.

ابن تيمية، أحمد بن عبد الحليم. (١٤١٦هـ). مجموع الفتاوى (ج٣٢). المدينة المنورة: مجمع الملك فهد.

Ibn Taymiyyah, Aḥmad ibn ʿAbd al-Ḥalīm. (1416 AH). Majmūʿ al-Fatāwā (Vol. 32). Madinah: Majmaʿ al-Malik Fahd.

ابن كثير، إسماعيل بن عمر الدمشقي. (١٩٩٩). تفسير القرآن العظيم (ج٢). الرياض: دار طيبة.

Ibn Kathīr, Ismāʿīl ibn ʿUmar al-Dimashqī. (1999). Tafsīr al-Qurʾān al-ʿAẓīm (Vol. 2). Riyadh: Dār Ṭaybah.

الشافعي، محمد بن إدريس. (١٤٠٣هـ). الأم (ج٥). بيروت: دار الفكر.

Al-Shāfiʿī, Muḥammad ibn Idrīs. (1403 AH). Al-Umm (Vol. 5). Beirut: Dār al-Fikr.

الطبري، محمد بن جرير. (٢٠٠١). جامع البيان (ج٩). القاهرة: دار هجر.

Al-Ṭabarī, Muḥammad ibn Jarīr. (2001). Jāmiʿ al-Bayān (Vol. 9). Cairo: Dār Hajar.

القرطبي، محمد بن أحمد. (١٩٦٤). الجامع لأحكام القرآن (ج٥). القاهرة: دار الكتب المصرية.

Al-Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad. (1964). Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān (Vol. 5). Cairo: Dār al-Kutub al-Miṣriyyah.

النووي، يحيى بن شرف. (١٩٩٦). المنهاج شرح صحيح مسلم (ج١٠). بيروت: دار إحياء التراث العربي.

Al-Nawawī, Yaḥyā ibn Sharaf. (1996). Al-Minhāj Sharḥ Ṣaḥīḥ Muslim (Vol. 10). Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī.